www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

قومی تعمیر وترقی میں دینی مدارس کا کردار؟

۷؍جولائی کو لندن بم دھماکوں کے بعد پاکستان میں دینی مدارس اہم ترین موضوعِ بحث کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ حکومت نے مدارس کے متعلق جو مختلف اقدامات کئے ہیں، ان کے بارے میں اخبارات میں بہت کچھ شائع ہوا ہے اور باخبر لوگ ان سے بخوبی آگاہ ہیں۔ مدارس کے بارے میں البتہ بعض سوالات ایسے ہیں جن کا تعلق مدارس کی قومی ضرورت اور افادیت سے ہے۔ ہم ذیل میں اسی نکتہ پر اپنی معروضات پیش کریں گے:

اکثر لوگ مدارسِ دینیہ کے فضلا کے بارے میں یہ اعتراض کرتے نظر آتے ہیں کہ قومی تعمیر وترقی میں ان کا کوئی کردار نہیں، وطن عزیز میں ان مدارس کے فضلا نے کوئی اہم قومی خدمت سرانجام نہیں دی اور ان کا دائرہ کار مسجد ومدرسہ تک ہی محدود ہے۔ زندگی کے کسی اور میدان میں ان کی کارکردگی نہ ہونے کے برابر ہے!!

جہاں تک مدارس کی افادیت کا تعلق ہے تو اپنے معاشرے کی موجودہ روش کو مدنظر رکھتے ہوئے اور افادیت وقومی تعمیر کے لگے بندھے نظریے کو مستند سمجھتے ہوئے مدارسِ دینیہ کو بے وقعت قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اگر ذرا گہری نظر سے اور عدل وانصاف کی میزان میں اس اعتراض کا جائزہ لیا جائے تو یہ محض الزام سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا جسے ذرائع ابلاغ اپنے مقاصد کے لئے بڑھا چڑھا کر پھیلا رہے ہیں۔

مدارس کی افادیت وضرورت محسوس نہ ہونے کی وجہ ہماری نظر میں پاکستانی معاشرے کا اپنی اسلامی اساس سے ہٹ جانا ہے۔ برصغیر نے قدیم ریاستی نظام سے حالیہ جدیدیت کا سفر برطانوی سامراج کے ذریعے طے کیا ہے اور یہ برطانوی استعمار اپنے ساتھ ایک پورا نظام لایا تھا جس میں معاشرت، معیشت اور سیاست کے ساتھ ایک مستقل نظامِ تعلیم بھی موجود تھا۔ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمار نے ہمارے اپنے نظامِ تعلیم اور طرزِ معاشرت کو منسوخ کر کے اپنی تمام کوششیں اپنے نظام ہائے معاشرت کو جاری وساری کرنے میں صرف کیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کا پاکستانی معاشرہ بحیثیتِ مجموعی اسلامی اساسات سے ہٹ چکا ہے......!

اسلامی معاشرہ کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ وہاں سیاست 'جمہوریت' کی بجائے خلافت وامارت کی طرز پر قائم ہوتی ہے...... مسلمان وطن پرستی کے بجائے ملت کے تصور سے مذہب اور عقیدے کے رشتے میں جڑے ہوتے ہیں...... اسلامی ریاست کی معیشت ٹیکس، بنکوں اور سود کی بجائے زکوٰۃ وصدقات اور مشارکت ومضاربت کی بنا پر استوار ہوتی ہے...... وہاں کا قانون اینگلو سیکسن لا کی بجائے کتاب وسنت ہوتا ہے جس میں وحی کی بنا پر فیصلے کئے جاتے ہیں اور قاضی کا منصب کتاب وسنت کے ماہر کے حوالے ہی کیا جاتا ہے...... اسلام کے نظامِ تعلیم میں قرآن وسنت صرف ایک شعبۂ تعلیم میں محدود ہونے کی بجائے تمام علوم کی اساس اور مرکز ومحور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مسلمان مذہبی علوم کے علاوہ اگر ریاضی، جغرافیہ، حیاتیات، سائنس اور فلکیات وعمرانیات پڑھتے ہیں تو قرآن میں دیے گئے اُصولوں کی روشنی میں ان کا یہ مطالعہ آگے بڑھتا ہے...... مسلم معاشرہ مرد وزَن کی کارزارِ حیات میں تقسیم کار کے اُصول پر قائم ہوتا اور اس میں خاندانی نظام، رشتہ داروں کے حقوق، کفالت، رضاعت، پرورش، نسب اور وراثت کا مکمل نظام کام کر رہا ہوتا ہے۔ ایسے ہی مسلم فوج کا بنیادی مقصد جہاد فی سبیل اللہ اور اعلاءِ کلمۃ اللہ ہوتا ہے۔

کوئی معاشرہ سیاسی، عدالتی، معاشی، معاشرتی و خاندانی اور تعلیمی نظاموں کی بدولت ہی اپنا تشخص قائم کرتا ہے جبکہ اوپر ذکر کردہ تمام اساسی پہلوؤں میں پاکستانی معاشرہ اسلامی نظریات وتصورات کی نمائندگی نہیں کرتا، اس کے بعد اسے مسلمانوں کا معاشرہ تو کہا جاسکتا ہے کیونکہ یہاں مسلمان بستے ہیں، لیکن اسلامی معاشرہ کہنا مشکل ہے کیونکہ اس معاشرے کی ساخت میں اسلامی احکامات کارفرما نہیں ہیں۔

ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ ہم اسلام کا نام لینے کے باوجود سیکولرزم کو سینوں سے لگائے ہوئے ہیں اور اسلامی اقدار کا تحفظ اگر کہیں ملتا ہے تو اسی قدر جتنا کسی فرد کے لئے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنوں دینی تعلیم یافتہ لوگوں کی ضرورت ہوتی اور ان کو معاشرے میں اہم کردار سونپا جاتا ہے اور جن دنوں لادین رجحانات کی سرپرستی کی جاتی ہے، ان دنوں یہ لوگ بھی قرآن وحدیث کی طرح معاشرتی منظرنامے سے دور ہوجاتے ہیں۔

یہ مسئلہ صرف دینی مدارس کے فضلا کا نہیں بلکہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے فضلا کا بھی ہے کہ اس کے دینی تعلیم یافتہ طلبہ کو اچھی ملازمتیں نہیں ملتیں اور ان کی صلاحیت سے فائدہ نہیں اُٹھایا جاتا۔ ایسے ہی پاکستان کی سرکاری یونیورسٹیوں میں شعبۂ اسلامیات کے فضلا بھی تعلیمی میدان کے علاوہ اور کسی قومی خدمت میں کھپ نہیں سکتے، یہی وجہ ہے کہ اب سرکاری شعبہ ہائے اسلامیات میں طالبات کی اکثریت ہی تعلیم حاصل کرتی ہے اور وہ لوگ جو اچھا روزگار حاصل کرنا چاہتے ہیں، اِن شعبوں کی طرف رخ ہی نہیں کرتے۔

یہ مسئلہ صرف پاکستان کے دینی اداروں سے سندِ فضیلت حاصل کرنے والوں کا نہیں بلکہ سعودی عرب کی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹیوں کے پی ایچ ڈی ڈاکٹر بھی پاکستان میں عام قومی دھارے میں کوئی اہم کردار ادا کرنے کے قابل نہیں ہوتے جبکہ پاکستان کے دینی مدارس کے فضلا عرب ممالک میں اہم ذمہ داریوں پر کام کرتے اور خوب کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بالخصوص سعودی معاشرے میں اسلام کے معاشرتی تصورات کی عمل داری اور تکمیل کے لئے ایسے فضلا کی ہر موڑ پر ضرورت پیش آتی ہے۔ یہ لوگ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ عدلیہ میں بھی لوگوں کے فیصلے قرآن وسنت کے مطابق کرتے ہیں۔

دینی مدارس کے معاشرے میں غیر مؤثر ہونے کی وجوہات اور بھی بہت سی ہیں جن میں وسائل کی کمیابی، ذہین طبقہ کی علومِ دینیہ سے عدمِ دلچسپی، حکومتی سرپرستی کی غیر موجودگی، تعلیم وتعلّم کے جدید اسالیب کا عدمِ استعمال وغیرہ شامل ہیں، لیکن ان سب سے بڑھ کر جو چیز آڑے آتی ہے، وہ معاشرے میں دین کے غیر ضروری ہونے کا احساس، دینی تعلیم کی اہمیت سے ناواقفیت اور مجموعی طور پر معاشرے کا سیکولر رنگ میں رنگے جانا ہے!

تعلیم کی اہمیت وافادیت کا معاشرتی رجحانات سے کیا تعلق ہے؟ اس کے لئے دورِ جدید کی دو زبانوں کی مثال سامنے رکھئے۔ فرانسیسی اور انگریزی دونوں جدید زبانیں ہیں اور دونوں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیکولرزم نے گوارا کر رکھا ہے کہ وہ اپنے اخلاق، نظریے، عبادت اور شخصی مسائل: نکاح وطلاق وغیرہ میں مذہب کو اختیار کر لے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک اسلامی حکومت کے مقاصد میں تو اسلام کی تعلیم کے علاوہ مساجد ومدارس کی کفالت اور ان کا انتظام وانصرام بھی شامل ہوتا ہے، لیکن پاکستان کی 'اسلامی' حکومت نے دینی تعلیم کو کبھی اپنی ذمہ داری ہی خیال نہیں کیا، سرکاری یونیورسٹیوں میں بھی اسلام کی تعلیم برائے نام ہی ہے۔ ایسے ہی اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک میں دعوے اور جذبے کی حد تک ہی اسلام کا نام پایا جاتا ہے، عملی حوالے سے یا حکومتی سرپرستی میں یہاں دیگر معاشروں سے زیادہ اسلام نہیں ملتا......!!

بعض کوششیں البتہ ایسی ضرور ہیں جو عام حکومتوں سے قدرے ممتاز ہیں، مثلاً وفاقی شرعی عدالت، حدود آرڈیننس، بیت المال یا بنکوں میں زکوٰۃ کی کٹوتی وغیرہ لیکن یہ کوششیں ابھی تک معاشرے کے سیکولر رنگ کو ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکیں۔ جن دنوں اسلام پسند حکومتیں آتی ہیں، وہ مزید ایسے چند اقدامات کرجاتی ہیں اور جب سیکولر حکومتوں کا سکہ چلتا ہے تو وہ اپنی من مانی کرنے اور معاشرے کو مغربی ڈگر پر چلانے کی قانون سازی کرنا شروع کردیتی ہیں۔ گویا یہ ایک جنگ ہے جو قیامِ پاکستان سے جاری ہے۔ بظاہر سیکولر ذہن حاوی ہے جس نے اسلامی اقدامات کو بڑی ذہانت کے ساتھ قید بندیوں میں جکڑ رکھا ہے!

اس ساری تفصیل کا مقصد یہ بتانا ہے کہ دینی تعلیم کے لئے کام کرنے والے اداروں اور ان کے فضلا کو اس لئے معاشروں کے عام دائروں میں قبولیت نہیں ملتی کیونکہ ہمارے ہاں دین کو بھی سیکولر معاشرے کی طرح پورے معاشرے کی بجائے صرف ایک کونے میں ہی محدود کردیا گیا ہے۔ جب قرآن وسنت کا ہی معاشرے میں چلن نہیں تو ان کے تعلیم یافتہ حضرات معاشرے میں کیا اثر اور وزن رکھ سکتے ہیں؟

مسئلہ دینی مدارس کے فضلا کی اہلیت اور دینی تعلیم کی افادیت واہمیت کا نہیں بلکہ ہمارے معاشرے میں قبولِ عام کا ہے۔ تعلیمی ادارے معاشرے میں پائے جانے والے رجحانات کے لئے افرادِ کار تیار کرتے ہیں لیکن معاشرتی رجحانات کا رخ سیدھا کرنا حکومت کی ذمہ داری اور اسی کا دائرۂ اختیار ہے۔ پاکستان میں جن دنوں اسلام پسند حکومتیں برسرِاقتدار ہوتی ہیں، ان

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جدید علوم، سائنس وٹیکنالوجی اور افکار ونظریات کا ایک وافر حصہ موجود ہے۔ لیکن چونکہ پاکستان برطانوی نوآبادیاتی رہا ہے، اس لئے پاکستان میں فرانسیسی بولنے اور لکھنے والے باوجود اہلیت کے ،کوئی نمایاں قومی کردار ادا نہیں کرسکتے جبکہ صرف انگریزی زبان کی اچھی صلاحیت ہی پاکستان میں بیشتر ملازمتوں کی ضمانت عطا کردیتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکال لینا کہ فرانسیسی قدیم یا ناکارہ زبان ہے، درست نہیں بلکہ اس سے ہمارے معاشرتی رجحانات اور سرکاری اقدامات کی عکاسی ہوتی ہے۔

ہمارے اسلامی معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ یہاں دینی مدارس کے فضلا کو ہی نہیں، قرآن کریم اور فرامین نبویؐ کو بھی قومی منظرنامے میں کوئی اہم حیثیت حاصل نہیں ہے۔ وحی الٰہی سے جذباتی وابستگی کے علاوہ کونسا ایسا کام ہے جس میں ان کی رہنمائی کو اہمیت دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 'قرآن کی فریاد' جیسی نظمیں لکھی جاتی ہیں کہ یہاں قرآن کریم جیسی عظیم کتاب کا مصرف صرف قسموں کے لئے کام آنا اور گھروں میں بلند طاقوں میں رکھ کر تبرک حاصل کرنا رہ گیا ہے، حالانکہ قرآن کریم کے بارے میں نبی آخرالزماں ﷺ کا فرمان ہے کہ

«إن الله يرفع بهٰذا الكتاب أقوامًا ويضع به آخرين» (مسلم:۸۱۷)

''اللہ اس کتاب کے ذریعے قوموں کو سربلندی عطا فرماتے اور ترک کرنے والوں کو گہرائیوں میں پھینک دیتے ہیں۔''

اگر یہی اعتراض قرآن کریم کے بارے میں کیا جائے کہ انفرادی تعلق اور مساجد ومدارس سے قطع نظر پاکستانی معاشرے میں قرآن کا کیا کردار ہے تو اس کا جواب بھی نفی میں ہی ہوگا۔ اس کا نتیجہ کیا معاذ اللہ یہ ہوسکتا ہے کہ قرآن میں ہی وہ قوت نہیں کہ کوئی اہم کردار ادا کرسکے !!

اگر پاکستانی معاشرہ میں ان اسلامی احکامات کا بول بولا ہو جن کا آغاز میں اسلامی معاشرے کی نقشہ کشی میں تذکرہ کیا گیا ہے، ہماری معاشرت اور زندگی کے ہر ہر میدان میں اسلام رچا بسا ہو تو کیا وجہ ہے کہ ہر میدان میں دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کی ضرورت پیش نہ آئے+ استعمار کے تسلط سے قبل انہی دینی مدارس کے فیض یافتگاں قاضی (جج) کے منصب پر فائز ہوتے۔ اسلامی ریاست میں قاضی کا منصب سب سے زیادہ عزت والا ہے یا مسلمانوں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نماز کے امام کا۔ حضرت ابوبکرؓ کو جب خلیفہ بنایا گیا تو ان کے بارے میں صحابہؓ کا مشہور مقولہ موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو ہماری نماز کا امام بنایا، ہم اس کو اپنی دنیا کا بھی امام بناتے ہیں۔ (سنن نسائی: ۷۷۷) لیکن استعمار نے ان دونوں معزز ترین مناصب 'قاضی' اور 'مولوی' کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ قاضی کا کام صرف نکاح پڑھانا رہ گیا اور 'مولوی' کے لفظ کو تو گویا ایک الزام بنا کر رکھ دیا......!!

جہاں تک دینی مدارس کے فضلا کو ملازمت ملنے کا تعلق ہے تو واضح رہنا چاہئے کہ ملازمت کا تعلق ضرورت سے ہوتا ہے۔ جب ایک چیز کی معاشرے میں ضرورت اور ڈیمانڈ ہو تو اس کے ماہرین کو اچھے مشاہروں پر ملازمت ملتی ہے۔ جب مجموعی طور پر معاشرے میں دین کی ضرورت ہی مسلمہ نہ ہو تو اس کی تعلیم حاصل کرنے والے لوگوں کو کیا ملازمتیں مل سکتی ہیں؟ ذرا غور کریں کہ دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کے لئے ہمارے معاشرے میں کونسی آسامیاں موجود ہیں؟ اور حکومتی سرپرستی میں کہاں کہاں دینی ماہرین کی ضرورت پیش آتی ہے☆؟

پاکستان جیسے نظریاتی ملک کی حکومت نے اسلامیانِ پاکستان پر یہ احسان تو کیا ہے کہ آمدن والے دینی شعبوں کو اپنی تحویل میں لے رکھا ہے اور وزارتِ اوقاف، زکوٰۃ وعشر کے حکومتی شعبے تو قائم ہیں لیکن کیا ملک بھر میں ان مالی وسائل کو استعمال کرتے ہوئے حکومت کے زیرنگرانی کوئی اسلامی ادارے بھی نظر آتے ہیں۔ اگر مساجد تعمیر ہوں تو مسلمانوں کے اپنے جذبہ انفاق فی سبیل اللہ کے تحت، مدارس ہوں یا دینی تعلیم اور حفظ وتجوید وغیرہ کے ادارے تو مسلمانوں کی اپنی مدد آپ کے تحت۔ یاد رہے کہ دینی مدارس کو زکوٰۃ کی مد سے ملنے والا معمولی حصہ بھی ۱۹۹۴ء میں بے نظیر حکومت کے دور سے بند کیا جا چکا ہے۔ حکومتِ پاکستان کے تحت ملازمین کی تعداد کے اعتبار سے تعلیم کا شعبہ دوسرے نمبر پر آتا ہے۔ جس کے لئے کئی وزارتیں، ادارے، ٹیکسٹ بک بورڈز، امتحانی مراکز اور کمیشنز کام کر رہے ہیں، لیکن دوسری طرف دینی

☆ البتہ مدارس کے ان فضلا کے لئے عربی واسلامیات کی تدریس کے مواقع موجود ہیں لیکن اس میں بھی کئی ایسے تکنیکی طریقے بروئے کار لائے جاتے ہیں جس کے بعد ...... باوجود برتر اہلیت کے...... عملاً فضلائے مدارس محروم ہی رہتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم کو کلی طور پر عوامی صوابدید اور ان کے جذبہ خیر کی تسکین پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

دینی اداروں سے حکومتِ پاکستان کا کردار برصغیر میں برطانوی سامراج کی حکومت سے زیادہ مختلف نہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ قیامِ پاکستان کے بعد دینی تعلیم کے بارے میں بھی مستقل پالیسی بنائی جاتی اور اس کو بھی قومی ذمہ داری تصور کیا جاتا۔ کم از کم اوقاف ہی ان کے حوالے کیے جاتے جنہیں سامراج نے ریاستی جبر کے ذریعے مدارس سے چھین لیا تھا لیکن عین سیکولر نظریات کے مطابق دینی تعلیم کو معاشرے کی اجتماعی ضرورت سے نکال باہر کر کے ...... مذہب کی طرح ...... دینی تعلیم کو بھی عوام کا ذاتی مسئلہ باور کیا گیا۔

گذشتہ چند صدیوں میں ریاست کا ادارہ کہیں زیادہ مستحکم ہو چکا ہے اور اس کے دائرہ کار میں معاشرے کی چھوٹی چھوٹی جزئیات آچکی ہیں۔ ریاست کا یہ ادارہ عوام کی پائی پائی پر نظر رکھتا ہے، ٹیکسوں کے نفاذ، براہِ راست یا بالواسطہ کٹوتیوں سے ملک کے ہر شہری سے ریاست اپنا خراج حاصل کرتی ہے۔ ایسی صورتحال میں ایک نظریاتی ریاست کا اپنے نظریات کی تعلیم دینے کی ذمہ داری نہ اُٹھانا اور اس کے لئے ماحول پیدا نہ کرنا بلکہ اس کے حاملین کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا 'اسلامیت' کا کونسا اُسلوب ہے ؟

اس بنا پر ہماری نظر میں اصل مسئلہ یہ نہیں کہ دینی تعلیم کے ادارے مزید دینی تعلیم کیوں دیے جارہے ہیں، بلکہ اگر یہ ملک اور معاشرہ اسلامی ہے اور یہاں کے باشندے اسلام سے گہری وابستگی رکھتے ہیں تو حکمرانوں کو اس ذمہ داری کو سمجھنا اور اس کے حقیقی تقاضوں کے مطابق ادا کرنے کے لئے اپنے آپ کو بدلنا چاہئے۔ افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ سامراجی دور میں جس طرح دینی تعلیم کو علم کے میدان میں بے وقعت باور کیا جاتا تھا، عین اسی طرح آج بھی دینی علوم کے فاضلین کو عوامی نمائندگی کے لئے تعلیم کے مروّجہ تصور کی بنا پر ہی نااہل قرار دیا جارہا ہے۔ حکومت تو اپنے تعلیمی تصورات کی اصلاح نہیں کرتی، اُلٹا جو لوگ مخیر مسلمانوں کے صدقات وزکوٰۃ کی مدد سے اپنے تئیں اس بھاری ذمہ داری کو ادا کر رہے ہیں، ان کو موردِ الزام اور دہشت گرد ٹھہراتی ہے!

دین کا تحفظ کرنے، اس سے گہری وابستگی رکھنے اور اس کے لئے قربانیاں دینے والے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبقے پر تنقید کرتے ہوئے ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ یہی لوگ تھے جنہوں نے سامراج کے خلاف قوم کو خوابِ غفلت سے جگایا اور اُنہیں متحد کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سامراج ان کے خلاف پوری قوت سے نبرد آزما ہوگیا اور اس نے ان پر عرصۂ حیات تنگ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، ان کے خلاف تمام تر سیاسی ہتھکنڈے استعمال کئے اور اُنہیں ایسی جان لیوا سزائیں دیں، جن سے تاریخ کا ہر طالب علم بخوبی آگاہ ہے۔ استعمار کے پروردہ ذرائع ابلاغ نے ان کے مثبت کردار کو مسلم قوم کے سامنے پیش کرنے کے بجائے ان کے برے تشخص کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔ جو رویہ آج عالمی ذرائع ابلاغ کا اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ہے کہ وہ اُنہیں دہشت گرد قرار دینے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، ایسے ہی دورِ سامراج کے بعد سے علماے کرام کی کردار کشی کی مہم بھی جاری وساری ہے۔

نامور مسلم رہنما شاہ فیصل کے بقول استعمار کی مثال چیچک کے مرض کی سی ہے جس کا اگر علاج بھی ہوجائے تو مرتے دم تک انسان کے چہرے سے اس کے داغ نہیں جاتے۔ استعمار کے زیر نگرانی بظاہر ترقی کی منازل طے کرنے والے یہ اسلامی معاشرے قرآن وسنت میں اپنی اساسات سے بے تعلق کردیے گئے ہیں۔ ان کی مثال اس فرد کی سی ہے جس کا نام تو محمد، ابوبکر یا عمر ہے لیکن وہ اسلام کے بنیادی تقاضوں سے بھی بے خبر ہے اور اسے اسلامی احکامات پر عمل درآمد کا موقعہ سال میں کہیں ایک دو بار ملتا ہے۔ فرد کی سطح پر اسلام سے بے اعتنائی کا جو رویہ پایا جاتا ہے، معاشرتی اور اجتماعی سطح پر اس رویے میں بھی کوئی خاص فرق نہیں ہے!!

دینی مدارس کا اساسی مقصد قرآن وسنت کی تعلیم دینا ہے اور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق ''تم میں سب سے بہترین آدمی وہ ہے جو قرآن سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔'' اس کے مصداق دینی مدارس کے طلبہ اور فضلا ہی ٹھہرتے ہیں۔ اس کے بعد ہمیں اپنے معاشرتی رجحانات پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا وجہ ہے کہ ایسا مبارک علم حاصل کرنے والوں سے ہمارا معاشرہ کماحقہ استفادہ نہیں کررہا۔ کیا اس کی وجہ خود ہمارے اپنے اندر تو موجود نہیں؟

جہاں تک دینی مدارس کے طلبہ کی علمی لیاقت اور قابلیت کا تعلق ہے تو اس کو ثابت کرنے کے لئے اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ سرکاری یونیورسٹیوں کے اسلامیات وعربی کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعلیٰ امتحانات میں اکثر وبیشتر مدارس کے طلبہ ہی امتیازی حیثیت سے کامیاب ہوتے ہیں اور سالہا سال تک اسلامیات کی تعلیم دینے والے پروفیسرز بھی مدارس کے طلبہ اور اساتذہ سے علومِ اسلامیہ کے میدان میں رہنمائی لیتے نظر آتے ہیں۔

☜ دین اور اہل دین کے لئے معاشرے میں جس دائرہ میں کام کرنے کی گنجائش ہے تو اس حد تک مدارس کے فیض یافتگان کی کارکردگی بہت نمایاں ہے۔ ان کی افادیت اور دینی کردار کا تذکرہ اس سے قبل ایک مستقل مضمون میں بھی کیا جا چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

ملک کی تمام مساجد کی خطابت وامامت، لوگوں کے روزمرہ مسائل کے فتاویٰ اور اسلامی معاشروں کی جملہ رسومات کی تکمیل مدارس کے فیض یافتگاں ہی کرتے ہیں۔ عالم اسلام میں پاکستان حفظ قرآن کے حوالے سے اگر امتیازی حیثیت رکھتا ہے تو حفظ وتجوید کے یہ تمام مدارس نجی ہیں۔ ہر پاکستانی اگر ناظرہ قرآن پڑھ سکتا ہے تو یہ مدارس کی ہی قومی خدمت ہے۔ متعدد اسلامی علوم مثلاً علم وراثت اور علم قراءات وغیرہ کی بقا مدارس کی ہی مرہون منت ہے۔ مدارس کے اسی مؤثر کردار کی وجہ سے حکومت بعض اہم ذمہ داریوں مثلاً رؤیتِ ہلال اور شرعی عدالت وغیرہ میں ان کی نمائندگی لینے پر مجبور ہے۔ علاوہ ازیں ملک بھر میں کوئی بھی ایسا غیر سرکاری نظم نہیں ہے جو اپنے وابستگان کی تعلیم کے ساتھ ان کی جملہ ضروریات قیام وطعام، لباس اور کتب وغیرہ کا واحد کفیل ہو۔

مدارس کی مثال درخت کے تنے کی ہے جس پر کوئی پھل تو نہیں لگتا لیکن معاشرے میں پائے جانے والے جملہ دینی رجحانات یہیں سے قوتِ کار حاصل کرتے ہیں۔ تمام دینی سرگرمیاں اسی نظام کے فضلا سے براہِ راست یا بالواسطہ وابستہ ہیں، کیونکہ یہی معاشرے کا وہ طبقہ ہے جنہیں کتاب وسنت کی براہِ راست تعلیم دی جاتی ہے، ایسے ہی مسلمانوں کی چودہ صد سالہ علمی ودینی روایات کے یہی وارث ہیں۔ دینی جرائد ومجلات، دینی کتب، اسلامی مکتبہ جات، اسلامی تحریکیں، دعوتی جلسے، دینی تحریکیں اور جماعتیں مدارس کے فضلا کی کاوشوں کا ہی نتیجہ ہیں۔ معاشرے میں مسلم تہذیب پر حقیقی عمل پیرا لوگ مدارس سے ہی وابستہ ہیں اور جدید تہذیب کے بالمقابل اسلامی تہذیب وثقافت کی دعوت اُن سے اُٹھتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر دینی مدارس میں بعض خرابیاں راہ پا چکی ہیں یا فرقہ واریت کا ناسور دینی طبقوں میں پھیل چکا ہے تو اس کی اصلاح کی کوششیں کرنا ہوں گی تاکہ ان کا کردار مزید مؤثر ہو سکے لیکن اگر ان کو اصل دینی اساس سے ہٹایا جاتا ہے تو ایسی صورت میں یہ مدارس بیرونی عمل دخل کو ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ مدارس کو اپنے نصاب کو علم وتعلم کے نئے تقاضوں سے ہم آہنگ تو کرنا چاہئے اور اس کے لئے سنجیدہ کوششیں بروئے کار لانا چاہئیں، لیکن اصل مسئلہ مدارس کے نصاب کی مزید بہتری کا نہیں بلکہ اصل مسئلہ ہمارے معاشرتی رویوں کی اصلاح کا ہے۔ جب تک اس میں اصلاح نہیں کی جاتی، مدارس کے مثبت کردار کے بارے میں سوالات اٹھتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ راست کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!   (حافظ حسن مدنی)

تفسیر وحدیث اور فقہ اسلامی میں تخصص کی عظیم درسگاہ

مركز التربية الإسلامية، فيصل آباد

اعلانِ داخلہ

برائے تین سالہ کورس

اہلیت: دینی مدرسہ کا فاضل، عربی بولنے اور لکھنے کی استعداد اور میٹرک فرسٹ ڈویژن

کاغذات کی وصولی: ۲۰ رمضان ۱۴۲۶ھ ◉ تحریری امتحان: ۹ نومبر ۲۰۰۵ء بروز بدھ

ناظم دفتر **مركز التربية الإسلامية**

W-44 نزد اعوان چوک، گلستان کالونی، فیصل آباد 8789325, 0321-6671251

مسجد رحمانیہ اہل حدیث، پونچھ روڈ لاہور کے خطیب پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد فاروق ۳۰ ستمبر کی صبح موٹر سائیکل سے گرنے کے بعد دماغ پر چوٹ آنے کے باعث ہوش وحواس کھو بیٹھے ہیں۔ قارئین سے ان کی صحت یابی کے لئے دعائے خیر کی درخواست ہے!

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ